Open Access
Al Khadim Research Journal
Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235
ISSN (PRINT): 2710-0227

ARJICC, Vol: 2, Issue: 2,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjicc.u16-v2.2(21)248-268
http://arjicc.com/index.php/arjicc

اسلام کا تصور ہجرت اور انسانی معاشرہ پر اس کے اثرات (ایک تجزیاتی مطالعہ)

Islamic Concept of Migration and Impacts of Migration on Human Society An analytical Study

Dr. Qari Zia Ur Rahman*
Dr. Naveed Altaf Khan**

Abstract
The process of migration is of special importance in the evolutionary stages of human history. It is actually the movement of human societies the main reason for the promotion and dissemination of the influences and ideologies of these societies. From the fall of Adam from the heaves to the Earth (peace be upon him) to the migration of the Holy Prophet (peace be upon him), to Jewish settlements, to the deployment of American and European forces in different parts of the region under the New World Program, all stages are actually different forms of migration. Beside this in the progressive society has succeeded by using the same kind of struggle to achieve its aims. Early history of Islamic advent is all about migration from place to place. In the start of prophetic mission of Hazrat Muhammad (peace be upon him), his companion migrated to Habasha and then he himself and his companions (may all be Please all of them) migrated to Madinah Tayibah. The concept of Hijra occupies special place in Islamic philosophy. It is not about shifting place to place for worldly affairs but for higher meanings and means, that is to safe one's religious affairs and to florist and preach them at levels best. In this research the actual philosophy of Hijra, its importance and its impact on any society will be addressed as well as how this concept is applied by other nations will be brought into focus.
Keywords: Hijra, Jihad, Daw'ah, Adam, Habasha, Nazi

ہجرت کا تعارف:

تاریخ انسانی کے ارتقائی مراحل میں عمل ہجرت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہجرت دراصل انسانی معاشرتوں کا وہ تحرک ہے جو ان معاشروں کے اثرات و نظریات کی ترویج واشاعت کا اہم سبب ہے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے لے کر رسول کریم ﷺ کی ہجرت، یہودی نوآبادکاریوں، نیو ورلڈ پروگرام کے تحت خطہ ارضی کے مختلف گوشوں میں امریکن اور یورپین افواج کی تقرریوں تک کے تمام مراحل دراصل ہجرت کی ہی مختلف صورتیں ہیں۔ اگرچہ ہجرت کی مخصوص اصطلاح کا تعلق زیادہ تر اسلام کے دعوتی، فکری اور نظریاتی مقاصد کے لیے معروف ہے لیکن حقیقت میں ترقی پسند معاشرے نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسی نوعیت کی جدوجہد کو ذریعہ بنا کر کامیابی حاصل کی۔ اسکے برعکس جمود کا شکار کوئی بھی معاشرہ ترقی کا تصور بھی نہیں کر سکتا بلکہ ایسا جامد معاشرہ روز بروز تنزلی کا شکار ہو کر نہ صرف اپنی حیثیت کھو بیٹھتا ہے بلکہ اپنے عقائد، تہذیب و تمدن اور افکار و نظریات میں دوسروں کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ موجودہ دور میں مسلمان معاشرے اسی

* Khateeb Faisal Masjid Dawah Academy, International Islamic University Islamabad.
Email: drzia73@gmail.com
** Lecturer Dawah Academy, International Islamic University Islamabad.
Email: naveedaltaf@iiu.edu.pk

المیہ کا شکار ہیں اور ابھی تک مقتدر سطح پر کہیں بھی اس نوعیت کی پلاننگ کا تصور تک موجود نہیں جبکہ غیر اسلامی اقوام میں ترقی پسند معاشرے اپنے مخصوص مادی نظریات کی ترویج کے لیے تبادلہ تعلیم، تجارت و معیشت، خدمت خلق، نو آبادکاری اور فراہمی امن مشن کے نام سے روز بروز پیش قدمی کرکے کامیابی کی طرف گامزن ہیں۔

تاریخ اسلام میں ہجرت کے نام سے شہرت حاصل کرنے والی تحریک امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے ساتھ نسبت میں ہی معروف ہے۔اس لیے اس اصطلاح کے نام سے جو تحریک اٹھی اس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی موضوع ہیں۔ اکثر اوقات آپ ﷺ کی ہجرت کو محض ایک واقعہ اور حادثہ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے جبکہ آپ ﷺ کا یہ عمل تحریک اسلامی کی کامیابی کے لیے ایک جامع منصوبہ اور شاندار حکمت عملی تھی۔ مسلمان سیرت نگاروں نے عمل ہجرت کو از عقیدت واحترام کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن اس میں زیادہ تر واقعاتی پہلوؤں کو ہی نمایاں کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سیاسی وجغرافیائی حکمت عملی اور دینی جدوجہد کہیں بین السطور رہ جاتی ہے۔ جبکہ غیر مسلم مستشرق قلم نگاروں نے آپ ﷺ کے اس مبارک عمل کو مجبوری اور بے بسی کا سبب قرار دے کر آپ ﷺ کی عظیم شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تاریخ انسانی شاہد ہے کہ انسانوں کے عروج وزوال میں پلٹنا، جھپٹنا اور مسلسل تحریک میں رہنا کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔دراصل رسول اللہ ﷺ کی تحریک ہجرت بھی دعوت دین اور قیام نظام اسلامی کی منصوبہ سازی تھی۔المیہ یہ ہے کہ ''موضوع ہجرت'' کو ہمارے ہاں اس اہمیت سے نہیں دیکھا گیا جو اہمیت اسے اسلام کے ابتدائی ادوار میں حاصل رہی ہے ۔ جبکہ مغربی مفکرین نے اس موضوع پر بسیط گہرائی سے مطالعہ کرکے نہ صرف اس پر مقالہ جات پیش کیے ہیں بلکہ عملا اقدام کرکے اس نوعیت کے شہر آباد کیے اور اپنے مخصوص افکار ونظریات کے ساتھ اقوام عالم پر غلبہ حاصل کیا ہے۔

اس مقالہ میں ہجرت کی لغوی واصطلاحی تعریف، دین اسلام میں اس کا فلسفہ واہمیت اور مقاصد ہجرت کے پہلوؤں پر بات کی جائے گی۔ ہجرت کے لغوی واصطلاحی تعریفات اور ہجرت سے متعلقہ انسانی تاریخ کے مختلف واقعات اور خاص طور پر نبی کریم ﷺ کی ہجرت میں امت مسلمہ کو اپنی صفیں منظم کرنے کے لیے راہنمائی فراہم کی گئی ہے تاکہ بحیثیت قوم اور امت اپنے فریضہ اسلامی کی ادائیگی میں مناسب کردار ادا کرسکے۔

لفظ ہجرت کی لغوی تحقیق

یہ لفظ عربی زبان میں متعدد معانی کے لیے استعمال ہوا ہے لفظ ہجرت ''ہجر'' سے ماخوذ ہے۔ قدیم عربی زبان میں اس کے معنی شہر کے ہیں۔ عربی کی مشہور اور جامع ترین لغت ''لسان العرب''میں ایک قدیم لغت نویس ''الازہری'' کے حوالے سے لکھا ہے:

''واصل الهجرة عند العرب خروج البدوي من بادية الى المدن يقال''هاجرالرجل'' اذا فعل ذالک۔[1]

''عربوں کے نزدیک اصل میں ہجرت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص صحرائی یا دیہی زندگی سے نکل کر شہر میں جا بسے۔''

الزبیدی کی تاج العروس میں ہجرت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ کسی چیز کو ترک کردینا یا کسی چیز سے لاتعلق ہوجانا۔[2]

اسی طرح قرآن مجید میں یہ لفظ متعدد معنوں کے لیے استعمال ہوا ہے:

الف: واهجرهم هجرا جميلا 3

ان کفار سے خوب صورتی کے ساتھ لا تعلق ہو جاؤ۔

ب: يرب ان قومي اتخذوا هذا القران مهجورا 4

اے رب میری قوم ن اس قرآن کو ترک کر دیا تھا۔

ج: والرجز فاهجر 5

اور گندی باتوں کو ترک کر دو۔

اسی طرح عربی زبان میں ہجر کے ایک اور معنی بد گوئی کے بھی ہیں۔ جب کوئی شخص بد گوئی کرتا ہے تو اس کی گفتگو کے لیے عربی زبان میں هاجرت هجرا اور مهاجر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ 6

مشہور ماہر لغت اور مفسر قرآن علامہ راغب اصفہانی نے اپنی ''مفردات'' میں ہجرت کے معنی ترک کر دینا اور لا تعلق ہو ناذکر کیے ہیں اور پھر اس کے تین درجے بیان کیے ہیں۔ 7

الف: جسمانی طور پر ان چیزوں، علاقوں اور افراد و نظریات سے لا تعلقی اختیار کر لینا، جو اللہ اور رسول اللہ کے دشمن اور اس کے نظام کے باغی اور اسلامی ریاست کے دشمن ہوں۔ یہ جسمانی ہجرت ہے۔

ب: دوسرا درجہ قلبی ہجرت کا ہے کہ انسان دلی طور پر ان تصورات کو ناپسند کرتا ہو جو اسلام کی تعلیم سے ہم آہنگ نہیں۔

ج: تیسرا درجہ فکری ہجرت کا ہے۔ جس کے مطابق ایک شخص فکری سفر اختیار کرتا ہے اور مسلمان کا فکری سفر یہ ہے کہ وہ اسلامی فکر کے تحت ہر اس بات کو قبول کرنے سے انکار کرتا چلا جاتا ہے جو اسلام اور حق کے منافی ہو۔

یہ تقسیم در حقیقت نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی تشریح کی حیثیت رکھتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا المهاجر من هجر ما نهى الله عنه 8 (کہ مہاجر وہ ہے جو ہر اس چیز سے جسمانی، روحانی اور فکری تعلق توڑ لے جس سے اللہ سبحانہ وتعالی نے منع فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نقل مکانی ہجرت تو کہلاتی ہے لیکن دینی بنیادوں پر کی جانے والی نقل مکانی دنیوی فوائد اور دینوی اغراض و مقاصد کے مقابلے میں بہت وسعت رکھتی ہے۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کی وضاحت ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے خطبہ بر موضوع فلسفۂ ہجرت میں یوں فرماتے ہیں کہ یہ بات نبی پاک ﷺ نے اس لیے فرمائی کہ جب مدینہ منورہ ہجرت کی گئی اور ایک بڑی آبادی نے نقل مکانی کی تو آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ شاید بعض لوگ محض نقل مکانی کو ہجرت سمجھنے لگیں اور ہجرت کا داخلی مفہوم نظروں سے اوجھل ہو جائے اس مفہوم کو لوگوں کے ذہن نشین رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہجرت در اصل ایک اندرونی رویئے اور داخلی طور پر ایک قلبی عمل کا نام ہے۔ اس اعتبار سے اس حدیث مبارک میں

لفظ ہجرت کا استعمال لغوی ہے۔[9]

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا لغوی مفہوم جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

ہجرت کے لغوی معنی شہر میں جا بسنے کے ہیں اور آسان ہے کہ کوئی صحرا کی تکلیف دہ زندگی کو چھوڑ کر کسی نخلستان کی سرسبز زمین میں جا بسے تو لفظ ہجرت کو یہ معنی دیئے جائیں کہ کسی نعم البدل کو حاصل کرنا، میں سمجھتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ کے ترک وطن کر کے مدینہ جا رہنے کو اسی آخر الذکر مفہوم بلحاظ ادب ہجرت کے نام سے موسوم کیا گیا جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے کہ سیرت نبوی اور خلافت راشدہ کے سلسلے میں ہجرت کے معنی صرف ہجرت مدینہ ہی نہ تھے، بلکہ نو مسلموں کا اسلامی علاقے میں آ آ کر اکٹھا ہونا اور مفتوحہ علاقوں میں مسلم نو آباد کاروں کے لے جا کر بسانا اسی نام سے یاد کیا گیا ہے۔[10]

ہجرت کا اصطلاحی مفہوم

ہجرت کی اصطلاح اسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ علمائے اسلام نے اس کی جامع تعریفات بیان کی ہیں۔ لہذا محمد السید ابو یابس اپنی کتاب الھجرۃ میں فرماتے ہیں کہ:

الف: اما الھاجرۃ فی مفھومھا الشرعی الذی نطمئن الیه فھي مفارقة دارالکفر الی دارلاسلام خوف الفتنة وطلب اقامة الدین[11]

لفظ ہجرت کا عمومی اطلاق اس معروف اور عظیم دینی عمل پر ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ اور غلبہ دین کی جدوجہد میں بغرض دعوت یا دشمن کے خلاف مضبوط محاذ قاوم کرنے کے لیے اپنا مخصوص وطن یا سرزمین چھوڑ کر کسی مناسب اور موزوں جگہ منتقل ہو جانا۔

قرآن مجید اور دیگر مزعومہ کتب سماویہ کے حوالے سے مختلف انبیاء علیہم السلام اور دیگر صلحائے امت کے اسفار خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کا اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے جانا ہجرت کہلاتا ہے۔ تاریخ میں یہی ہجرت سے معروف اور اہم ہے۔ اسی ہجرت کے نتیجے میں اسلام کی سب سے پہلی ریاست ''مدینہ منورہ'' قائم ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں ہر سو اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

ب: اسلام میں ہجرت بھی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ اس سے مراد صرف ترک وطن ہی نہیں بلکہ دینی اور مذہبی وجوہ کی بنا پر دارالکفر (جہاں مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہو) سے دارالسلام کی طرف نقل مکانی ہے۔[12]

ج: اگر کسی جگہ سے اہل کفر مسلمانوں کو نکال دیں تو اسے بھی ہجرت کہا جاتا ہے۔[13]

گویا شریعت کی اصطلاح میں ہجرت سے مراد اللہ تعالی کے دین کی حفاظت یا اس کے نفاذ اور سربلندی کے لیے محض رضائے الٰہی کے لیے اپنے اصلی وطن کو ترک کر دینا ہجرت کہلاتا ہے۔

ہجرت کا تاریخی پس منظر

جیسا کہ ہجرت کی اصطلاحی تعریف میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جب کوئی بھی قوم یا فرد اپنے مخصوص نظریات و افکار کی حفاظت اور نشر و اشاعت کے لیے موافق اور ساز گار ماحول کی طرف کوچ کرتا ہے تو وہ اس محفوظ مقام کو اپنے مرکز کے طور پر استعمال کر کے متعین کردہ اہداف کے حصول میں کامیابی کو یقینی بنالیتا ہے کیونکہ ہجرت دراصل حصول مقصد میں جدوجہد کی وہ انتہا ہے کہ ایسی جدوجہد ہی قوم کر سکتی ہے جو اپنے نصب العین کو دنیا و مافیھا سے مقدم اور محبوب رکھتی ہو اور تاریخ انسانی شاہد ہے کہ ہمیشہ ایسی ہی قومیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئیں۔ ذیل میں ہجرت کے تاریخی تسلسل کا ملاحظہ فرمائیں۔

ہجرت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے سید اسعد گیلانی اپنے مقالہ "حضور اکرم ﷺ اور ہجرت میں رقمطراز ہیں:

انسانوں میں ہجرت کا آغاز انسان اول حضرت آدم سے ہوا۔ اللہ کی زمین پر خلافت ربانی کا فریضہ ادا کرنے اور اللہ کی مرضی کو زمین پر نافذ کرنے کے لیے حضرت آدم کا نزول بھی جنت سے زمین کی طرف ہجرت کا ہی ایک مرحلہ ہے۔

انسان کی زمین پر آمد ایک ہجرت ارضی و سماوی کا ہی کرشمہ ہے۔ نسل انسانی کے پہلے جوڑے نے بھی ہجرت کے ذریعے ہی زمیں پر اپنی آباد کاری کا آغاز کیا تھا۔[14]

اس کے بعد ہر انقلابی شخصیت اور انقلابی قوم رواں پانی کی طرح صحرا اور دریا کو روندتے ہوئے زمینوں کو اپنے افکار و نظریات سے سیراب کرتی گئی۔

قرآن مجید نے خاص طور پر حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت حضرت اسماعیلؑ حضرت موسیٰؑ کی ہجرتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ خاص طور پر حضرت ابراہیم کی نبوت چونکہ بین الاقوامی نوعیت کی تھی لہذا آپ کی ہجرت بھی عالمی نوعیت کی تھی۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مطابق بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ہندوستان بھی تشریف لائے اور یہاں انہوں نے توحید کی دعوت عام کی۔ ہندوؤں کے ہاں برہما کے نام ست جو تصور پایا جاتا ہے وہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی یادوں کا فراموش شدہ پرتو ہے آپؑ کا براعظم ایشیا اور براعظم افریقہ اور پھر قدیم زمانے کی ممتاز مملکتوں عراق، شام، فلسطین اور جزیرہ عرب میں مسلسل سفر کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پہلے پیغمبر تھے جنہوں نے بین الاقوامی ہجرت کی۔[15]

نامور شخصیات کی ہجرتیں

نامور دینی شخصیات کی ہجرتوں کے حوالے سے سید اسعد گیلانی مزید فرماتے ہیں کہ دعوت اسلامی دینے والی پاکباز ہستیاں بھی اپنے اپنے دور میں ہجرت کے مرحلوں سے دوچار ہوتی رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اپنے شہر اور ملک سے ہجرت اور متعدد مملکتوں اور علاقوں کا سفر کہیں فلسطین میں ان کے قافلے کا پڑاؤ اور کہیں صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے دامن میں ان کے اہل و عیال کا ٹھکانہ حضرت یوسف کی کنعان سے مصر تک جبری ہجرت، حضرت موسیٰؑ کی مصر سے جبل طور اور جبل طور سے ارض مقدس تک ہجرت، حضرت لوطؑ کی وادی اسدوم سے

ہجرت حضرت یونسؑ کی اپنے زیر دعوت علاقے سے ہجرت، حضرت عزیرؑ کی بابل سے فلسطین کی طرف ہجرت، حضرت یعقوبؑ کی فلسطین سے مصر تک ہجرت، حضرت ہاجرہؑ کی مصر سے مکہ تک ہجرت اور حضور اکرم ﷺ کی مکہ سے مدینہ تک ہجرت۔ اس طرح ہجرت دعوت اسلامی کا ایک ایسا مرحلہ ہے جس سے گزرے بغیر عمومی طور پر کوئی اسلامی دعوت کامیابی کی منزل میں قدم نہیں رکھ سکتی۔ اس اعتبار سے ہجرت ہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔[16]

اقوام عالم کی نو آبادکاری یا ہجرت

اس طرح اقوام عالم میں نو آبادکاری کے نام سے جو ہجرتیں وجود میں آئیں ان کا مختصر تذکرہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی کتاب "عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی" میں کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل نے اجتماعی طور پر مصر سے ترک وطن اور بعد میں اہل فلسطین کو نکال کر ان کے ملک میں خود توطن اختیار کیا تھا پھر بخت نصر کے زمانے میں انہیں فلسطین کے اس موطن سے پردیس نکالا۔ اس تاریخ کا جدید ترین اعادہ یہودیوں کے فلطسین میں قومی وطن (اسرائیل) بنانے اور Nazi جرمنی سے ان کے نکالے جانے کی صورت میں پیدا ہوا۔

گزشتہ صدی کے اوائل سے یہودی قوم ایک مشترکہ منصوبے کے تحت مخصوص آبادکاریوں میں مشغول ہے جس کا اندازہ ڈاکٹر حمید اللہ کی مذکورہ کتاب کے حوالے سے ۲۰ نومبر ۱۹۳۹ کے لندن ٹائمز سے ہوتا ہے۔ اس مجلے کی رپورٹ کے مطابق پولینڈ لبلن لن کے اطراف جرمنی آسٹریلیا، چیکوسلواکیہ اور پولینڈ کے کوئی ڈیڑھ کروڑ یہودی یکجا کیے جارہے ہیں۔[17]

انگریز قوم کا برطانیہ سے نکل کر امریکہ اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ، اسی طرح جنوبی افریقا میں آباد ہونا در اصل تصور ہجرت ہی کے کارنامے ہیں۔ ایک قوم ایک ہی علاقے میں ایک لمبے عرصہ تک رہ کر ترقی کی وہ منزلیں طے نہیں کرسکتی اور دنیا کے مغربی وسائل سے کماحقہ فائدہ حاصل نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ ہجرت کے اصول پر عمل پیرا نہ ہو۔

نو آبادکاری یا ہجرت کی یہ تاریخ قدیم عرب قوم میں اپنا ایک خاص وجود رکھتی ہے۔ عربوں نے اپنی اسی خصوصیت کی بنا پر بڑے بڑے شہر آباد کے اور اپنی تہذیب و ثقافت اور علوم فنون کے خاموش انقلاب برپا کیے۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے ایک زندہ قوم کی حیثیت سے مانے گئے ہیں۔ دنیا میں جن قوموں نے اپنے فکری نظریاتی انقلاب میں کامیابی کے لیے ہجرت کو اہمیت دی ہے وہ قومیں عربوں کی اس آبادکاری کا مطالعہ کر کے اس سے راہنمائی حاصل کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ تم طراز ہیں کہ:

فرانسیسی مستشرقین حالیہ زمانوں میں خاص کر قدیم عرب نو آبادکاری کا مطالعہ کرنے لگے ہیں کیونکہ عربوں سے بڑھ کر کوئی نو آبادکار قوم ایسی نہیں گزری جس نے جذب اور قلب ماہیت کے شام، عراق، شالی افریقہ وغیرہ میں عجیب اور حیرت انگیز واقعات ثبت تاریخ کیے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ عربوں کی کاروائی جو زیادہ تر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عمل میں آئی در اصل عہد نبوی ﷺ ہی کی

تعلیم اور عمل پر مبنی ہے۔[18]

ڈاکٹر حمید اللہ نے تاریخی حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصروف دس سال ایک مملکت کے قیام واستحکام میں نہ صرف صرف کیے بلکہ اپنے ہونے والے جانشینوں کو حکمرانی اور سپہ سالاری کی بھی ساتھ ساتھ مکمل تربیت دی، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند ماہ بعد ہی جب آپ ﷺ کے جانشین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایرانی سرحد پر بھیجا تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں عربوں کا نہ سما سکنا اور سرحد پر نئی عرب بستیوں کا بسانا طے شدہ مسئلہ تھا۔ لہذا یہ اصول طے پایا کہ ٹھوس اسلامی علاقے اور دشمن کے علاقے کے درمیان میں نوآبادیاں بسائی جائیں اور گھر سے ان کو کمک جانے میں کوئی موانع حائل نہ ہوں، اور اس نوآبادکاری کا منشا صرف ایک منزل اور اسٹیشن ہو تا کہ مزید آگے جانے میں سہولت ہو۔ اور بغیر کسی استحکامی انتظامات کے آگے بڑھ جانا، چاہے اس میں کتنی ہی سہولت کیوں نہ ہو، نامناسب ہے۔

جب اس طرح کی نوآبادیاں (یا اس زمانے کی اصطلاح میں "دار ہجرت") تیار کرلی جائیں تو پھر سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں عرب مسلمان مع خاندانوں، بیوی، بچوں اور غلاموں کے وہاں جابستے۔ نوآبادی کا ایک خصوصی افسر ہوتا تھا جو سڑکوں کی جگہ چھڑواتا۔ مسجد اور بازار کی جگہ متعین کرتا اور پوری باقاعدگی سے دیکھتے ہی دیکھتے ایک مسلمان عرب شہر آباد ہو جاتا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ پروفیسر مارسے نے فرانسیسی اکیڈمی کی رکن منتخب ہونے پر جو مقالہ پیش کیا وہ "اسلام اور حضری زندگی" پر تھا۔ اس میں وہ تسلیم کرتا ہے کہ نئے شہر بسانے میں عرب بڑے خوش نصیب رہے ہیں۔ ان کا بسایا ہوا تقریبا ہر شہر آج بھی آباد اور سرسبز ہے۔ اور بعض کی اہمیت تو تیرہ سو سال گزرنے پر بھی روز افزوں ہے۔ مثلا بصرہ، شہر کوفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس طور سے بسایا گیا تھا اس پر پروفیسر ماسینیوں Massi Gnon نے ایک دلچسپ مقالہ شائع کیا ہے۔ جس کے ساتھ اس ابتدائی بستی کا نقشہ بھی موجود ہے جو اس عہد کی "تمصیر" یعنی شہر بسانے کے اصول پر اچھی روشنی ڈالتا ہے۔[19]

حقیقت یہ ہے کہ انہی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ترقی پسند مغربی مفکرین نے مغرب میں منصوبہ سازی کی جس کی مثال آج کی سپر پاور امریکہ ہے۔ کیونکہ امریکہ کا وجود بھی سلسلہ ہجرت کا مرہون منت ہے۔ خاص طور پر براعظم شمالی امریکہ کی متمدن تاریخ کا سبب ہی مختلف اقوام کی آبادکاریاں ہیں۔ Barry Turner نامی ایڈیٹر کی کتاب "The States Man Year Book 2007" کے حوالے سے مذکور ہے کہ امریکہ میں بنیادی طور پر ایک غیر متمدن اور دنیا سے کٹی ہوئی قوم آباد تھی، جس کا انسانوں کے کسی خطے سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ سب سے پہلے 12 صدی میں یہاں مستقل آبادیاں شروع ہو میں لہذا Spanish اقوام نے اس دوران اس سرزمین پر اپنی آبادکاری شروع کی اور 17 ویں صدی کے آغاز سے متعدد قوموں، Santa Fe French اور British نے مختلف علاقوں میں باقاعدہ اپنی کالونیاں آباد کرلیں۔ British نے یہاں کے وسائل سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے بعض افریقی ممالک سے غلام امپورٹ کرنا شروع کیے۔ 1620ء کے بعد اب ان علاقوں میں شدید مذہبی جنونی قسم کے عیسائیوں نے تیزی سے آبادکاری شروع کی ہے۔ برطانیہ نے

بہت سارے حصے پر اپنی گرفت مضبوط کر لی اور انہوں نے وہاں کی زندگی کو متمدن کیا۔ اس دوران بہت ساری جنگ و جدل کے بعد 1783ء میں امریکہ کو چھوڑ دیا لیکن وہاں ایک مضبوط نظام فراہم کر دیا جس کی وجہ سے وہاں پر آباد قومیں ایک طاقت بن کر ابھر آئیں۔ اس کا اندازہ 1898ء کی سپین کی جنگ سے لگایا جاسکتا ہے ۔

1900 صدی میں امریکہ کی دو حریف مضبوط طاقتیں جرمنی اور برطانیہ تھیں۔ قدرتی وسائل کی کثرت اور 10 فی صد دنیا کی تجارت کے باوجود محسوس ہو چکا تھا کہ اب یورپ کی حکمرانی دنیا پر ختم ہوتی جارہی ہے۔ بالآخر 1881ء سے 1920ء کے درمیان 23 ملین مہاجرین USA میں داخل ہوئے جو کہ دنیا کی سب سے بڑی ہجرت ریکارڈ کی گئی ہے جس نے واقعتاً امریکہ کی معاشی، معاشرتی اور تمدنی حالت کو دنیا کے سامنے نمونہ بنادیا۔[20]

موجودہ دور میں امریکن اور برطانوی افواج کا فراہمی امن کے نام سے اپنی مہمات کے لیے روانہ ہونا اور پھر ان علاقوں میں اپنی بستیاں آباد کرنا دراصل اسی سوچ کی عملی صورت ہے۔ ان کی منصوبہ سازی میں اگرچہ انسانیت کے لیے فلاح کے بجائے محض اپنی طاقت کو تسلیم کرانا ہے اس لیے دنیا بھر کو فتنوں سے دوچار کر کے اپنے مشن کو آگے بڑھایا جارہا ہے جو کہ انسانیت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔

ہجرت کے مقاصد

مذکورہ بالا تاریخی نقل مکانیوں اور نو آبادکاریوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک خاص مہم کے تحت کسی قوم کے افراد کا کسی شہر یا آبادی میں جابسنا اور وہاں کے مقامی باشندوں کے علاوہ گردونواح کے علاقوں میں اپنی اخلاقی قدروں اور روایات و نظریات کو منتقل کرنا دعوت کے طریقہ ہائے کار میں سے ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت بھی اسی خاص مہم کا ایک حصہ تھی۔ جس کے دوررس اور گراں قدر نتائج سے کوئی دیانتدار مصنف صرف نظر نہیں کر سکتا۔ آپ نے ہجرت کے عمل سے مدینہ منورہ کی جو بستی بسائی وہ محض بستی ہی نہیں بلکہ مستقل اسلامی اسٹیٹ تھی جو دنیا بھر کے مسلمانوں کی نہ صرف جائے قرار بنی بلکہ یہاں سے کئی مشنری وفود کائنات کے کونے کونے میں جا کر رسول اکرم ﷺ کے اسلامی تحریک کو دنیا بھر میں پھیلادیا ۔ اس طرح ہجرت کے نتیجے میں وجود پانے والی مدینہ منورہ کی یہ ریاست کئی خصوصیات کی حامل تھی۔

الف: اسلامی عقائد و نظریات پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کے لیے پر امن ماحول کا حصول۔

ب: دشمنان اسلام کے خلاف محفوظ اور مضبوط محاذ کا قیام۔

ج: نبی اکرم ﷺ کی سربراہی میں آزاد اور خود مختار ریاست کا قیام

د: اقوام عالم کے ہاں مسلمان قوم کو صاحب سلطنت قوم کے طور پر درجہ کی حیثیت۔

ر: اسلامی افکار و نظریات کی اشاعت و ترویج کے لیے منظم منصوبہ سازی اور عملاً پیش قدمی کے مواقع۔

گویا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا منصوبہ ان تمام اہداف کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوا جو اہداف بحیثیت پیغمبر آپ ﷺ کو سونپے گئے تھے

دراصل اس نوعیت کی پیش قدمی کسی بھی قوم کی کامیابی کا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے چاہے وہ اسے ہجرت کہے یا اپنے مشن کو پرامن افواج کی تعیناتی کا نام دے کر نو آبادکاری کا ذریعہ بنائے۔

نبی کریم کی ہجرت کے تعلق مغربی اور مستشرقین کے آراء

حقیقت یہ ہے کہ مطالعہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مغربی اور مستشرق مصنفین نے ہمیشہ جانبدارانہ اور دروغ گوئی کا رویہ اختیار کیا ہے یا اپنی محدود ذہنی سطح پر سیرت کے بعض پہلوؤں کو پوری طرح سمجھے اور بیان کرنے میں ناکام رہے ہیں، خاص طور پر ہجرت رسول ﷺ کے حوالے سے انہوں نے از حد ناقص رائے کا اظہار کیا ہے۔

لہذا ڈاکٹر محمود احمد غازی نے خطبہ ''ہجرت اور اس کا فلسفہ'' میں مستشرقین کی آراء کا ذکر کرتے ہوئے اس پر تبصرہ کیا ہے کہ عام طور پر جدید مصنفین نے بالعموم اور مغربی مصنفین نے بالخصوص ہجرت کو فرار کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ انگریزی زبان میں جن لوگوں نے سیرت پر کتابیں لکھی ہیں اس میں وہ ہجرت کا جب ترجمہ کرتے ہیں تو یا تو فرار یعنی Flight کرتے ہیں یا ترک وطن Migration کرتے ہیں کوئی اس کا ترجمہ مارچ March کرتا ہے تو کوئی اس کا ترجمہ Long March کر ڈالتا ہے۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظاہر ہے یہ سب اصل میں دور جدید کی سیاسی اصطلاحات ہیں جن میں سے ہر ایک کا ایک الگ مفہوم اور پس منظر ہے اس خاص مفہوم اور پس منظر سے الگ کر کے اس اصطلاح کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ سب مفہوم ہجرت کے کسی ایک پہلو کو تو واضح کر سکتے ہیں لیکن ان میں سے کسی بھی لفظ کے ذریعے ہجرت کا کلی اور مجموعی مفہوم ہمارے سامنے نہیں آتا۔[21]

ہجرت اسلامی کے بارے میں عمومی غلطی اور اس کا ازالہ

الف: تاریخ کی کتابوں میں ہجرت رسول ﷺ کے متعلق عام طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت مشرکین مکہ کے ظلم و تشدد کا نتیجہ تھی لہذا مسلمانوں کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ مکہ چھوڑ کر کسی پناہ گاہ میں جا چھپیں۔ اس بے اصل تاثر کو مستشرقین خاص طور پر ایسے فخریہ انداز میں پیش کرتے ہیں کہ گویا ان حضرات کو آج ہی موقع ملا ہے کہ اسلام کو کمزور اور مجبور دین ثابت کر سکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مشرکین مکہ ظلم و ستم میں اخلاق و کردار کی ساری پستیوں سے نیچ ہو گئے تھے، واقعات ہجرت کا ذرا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو ہجرت رسول ﷺ کی حقیقی روح تک بآسانی رسائی ہو جاتی ہے۔[22]

مثلاً سیرت و تاریخ کی کتابوں میں ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے مسلمان خواتین و حضرات کی مجموعی تعداد 20 افراد سے بھی زیادہ نہیں جن میں سرفہرست نام حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا وغیرہ ہیں۔ ان سب حضرات میں کچھ تو مشرکین میں سے کسی کے غلام تھے اور کچھ معاشرے کے کمزور تر افراد تھے۔ ان کے علاوہ کسی مسلمان کے سامنے کوئی کافر برملا یہ بات کہنے کی بھی جرات نہیں کرتا تھا۔ البتہ نبی اکرم ﷺ کو ان کی سرگرمیوں سے باز رکھنے کے لیے جو کوششیں کفار نے کیں، ان میں آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کو رسول

اللہ ﷺ کی سر گرمیوں سے باز رہنے کی شکایات ہیں اس پر حضرت ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار کے اس شکوہ کا اظہار کیا اور کفار کی طرف سے کی جانے والی پیشکشیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان فرمائیں تو نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" چچا جان! کفار اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور ایک ہاتھ پر سورج لا کر رکھ دیں تو بھی میں اپنی دعوت نہیں چھوڑ سکتا۔

ب: اس کے بعد کفار نے چپکے چپکے غیر اخلاقی حرکات، خفیہ پروپیگنڈے اور منصوبہ سازیاں شروع کیں جو 13 سال تک جاری ہیں مگر مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ غیر اخلاقی حرکات میں نبی اکرم ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دینا، نماز کی حالت میں آپ او جھڑی ڈال کر بھاگ جانا، گلے میں کپڑا ڈال کر بل دینے کی کوشش کرنا اور چھت پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر کوڑا پھینکنے جیسی گھٹیا حرکتیں تھیں جن کے جواب میں نبی اکرم ﷺ خاص پالیسی کے تحت اخلاقاً خاموش رہتے تھے۔ شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی کتاب "تاریخ اسلام" میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کی طرف سے یہ ساری تکالیف اور سختیاں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیں اور اپنا فرض برابر ادا کرتے رہے۔[23] جہاں تک شعب ابی طالب والے واقعہ کا تعلق ہے تو یہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے خاندان بنو ہاشم کے ساتھ بائیکاٹ کی ایک صورت تھی اس کے ذریعہ کفار کی طرف سے آپ کے خاندان پر یہ دباؤ ڈالنا مقصود تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو ان کے مشن اور دعوت سے باز رکھا جائے لیکن اس میں مشرکین ناکام رہے۔

اس کے تاریخ کسی ایسے ظلم و تشدد کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کسی دن ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، امیر حمزۃ رضی اللہ عنہ، ابو عبید وابن الجراح رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے کسی بااثر فرد کی طرف کفار کو انگلی اٹھانے کی بھی جرات ہوئی ہو لیکن جب ہجرت شروع ہوئی تو سب سے پہلے انہی بااثر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی گروپ بندی فرما کر رسول اکرم ﷺ نے ہجرت کا حکم دیا حالانکہ اگر سبب ہجرت کفار کا ظلم و تشدد ہوتا تو سب سے پہلے مظلوم اور کمزور مسلمانوں کو کسی جگہ پہنچایا جاتا۔

ج: دنیا بھر کے مختلف ممالک کی طرف سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آنے کا عمل فتح مکہ تک جاری رہا اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مشہور فرمان جاری کیا کہ لا هجرة بعد الفتح یعنی جب پورے عرب معاشرے پر اسلام کا رعب طاری ہو گیا اور اس کی صداقت و حقانیت کو تسلیم کر لیا گیا تو اس عمل سے روک دیا گیا۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہجرت کا عمل ختم کر دیا گیا بلکہ اسلامی سیٹ کے قیام کے بعد اور مد مقابل پر پوری طرح غلبہ پا لینے کے بعد مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا عمل ختم کر دیا گیا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وفود نو مسلم علاقوں کی طرف روانہ کرنے کا عمل شروع ہوا اور یہ عمل قیامت تک جاری رہے گا۔

تمام تر تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ ہجرت مدینہ دراصل ایک بڑے مقصد کے لیے کئے گے بڑے فیصلوں میں سے اہم ترین فیصلہ تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مکہ مکرمہ میں رہ کر کفار قریش کا مقابلہ کیا جاتا۔ اس میں شاید زیادہ طاقت صرف ہوتی اور اس کے بجائے مدینہ منورہ کی طرف

ہجرت کر کے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اجتماعی فوائد حاصل کیے گئے جو دراصل اللہ سبحانہ وتعالی کی تکوینی امور کا ایک حصہ تھا۔

ہجرت کی شرائط

حالات کے پیش نظر ہجرت کی حیثیت مختلف ہوتی ہے۔[24]

الف۔ ہجرت اس صورت میں فرض ہوتی ہے جبکہ دار الکفر میں مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل، اس کے اظہار، اور اس کی دعوت کی اجازت نہ دی جائے۔

ب: اسے ہجرت کرنے سے جسمانی طور پر کوئی عذر (مثلاً ضعف، بیماری) وغیرہ بھی نہ ہو۔

ج: اسے ہجرت کرنے میں واضح طور پر جان کا اندیشہ ہی نہ ہو۔

د: ہجرت کا حکم اس صورت میں غیر ضروری ہوتا ہے جبکہ مذکورہ ب اور ج میں سے کوئی ایک عذر پایا جائے[25]۔

اسلام میں ہجرت کی فضیلت واہمیت

ہجرت در حقیقت جہاد کا ایک حصہ ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی بنا پر قرآن وحدیث میں جہاد کے ساتھ ساتھ ہجرت کی فضیلت اور اس کی اہمیت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت نے جو بقول مفسرین اولین ہجرت یعنی ہجرت حبشہ کے موقع پر نازل ہوئی۔[26]

ارشاد باری تعالی ہے:

یعبادی الذین امنوٓا ان ارضی واسعة فایای فاعبدون [27]

اے ایمان والو! میری زمین بہت کشادہ ہے پس تم میری ہی عبادت بجالاؤ۔

ہجرت مدینہ کے بعد جو آیات نازل ہوئیں ان میں ہجرت کے خصوصی مقام ومرتبہ کی مزید تفصیلات بیان کی گئیں۔ چنانچہ ایک موقع پر فرمایا: ان الذین امنوا والذین ھاجروا وجھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ[28]

یعنی بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھنے کے سزاوار ہیں۔

فتح مکہ کے بعد فرمایا:

الذین امنوا وھاجروا وجھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھمذ اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون [29]

یعنی جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جان ومال کے ساتھ جہاد کیا، وہی لوگ اپنے رب کے ہاں سب سے بڑا رتبہ پانے والے اور کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

مزید فرمایا اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں تجارت کے ارادے سے نکلے اور پھر راستے ہی میں اس پر موت آجائے تو اس کا ثواب اللہ تعالی کے ذمہ ہو چکا۔

مزید برآں ان کو دنیوی طور پر بھی خوشحالی عطاء کئے جانے کا وعدہ فرمایا: والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ[30] جن لوگوں نے ستائے جانے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت کی، ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ عطا فرمائیں گے۔

ایک حدیث میں ہے۔الھجرۃ تھدم ما کان قبلھا)[31] یعنی ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹادیتی ہے۔اس کے برعکس جو لوگ کسی عذر کے نہ ہونے کے باوجود ہجرت نہیں کرتے قرآن مجید میں ان کی مذمت فرمائی گئی ہے۔[32]

ہجرت نبی اکرم ﷺ کا فعل ذاتی یا حکم باری تعالی

جن انبیائے کرام نے دعوت اسلامی کے مشن پر ہجرت کا راستہ اختیار کیا وہ از خود اور ذاتی اختیار سے نہ تھا بلکہ انہوں نے ہر مرتبہ اللہ تعالی کے حکم سے ہی ہجرت کی اور انبیاء علیہم السلام کے مقصد ہجرت کی تعیین بھی خود اللہ تعالی نے ہی فرمائی تھی۔ نبی اکرم ﷺ مدینہ سے قبل طائف کا سفر کر چکے تھے اور اس طرح سرزمین عرب سے باہر حبشہ کی طرف بھی آپ اپنے رفقائے کار کو ہجرت کے لیے بھیج چکے تھے۔ طائف کا تجربہ اگرچہ بڑا تلخ تھا لیکن یہ بھی اللہ تعالی کے فیصلے کی تکمیل تھی اس کے بعد حبشہ کی ہجرت کو محض پناہ گاہ کے طور پر دیکھا جائے تو از حد کامیاب ہجرت تھی لیکن یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ مسلمان کی ہجرت صرف پناہ گاہ اور وقتی سہارا تلاش کرنا نہیں بلکہ اجتمع قوت کے ساتھ اسلام کو پیش کرنا اور اس کے نظام کے غلبے کے لیے سازگار ماحول تیار کرنا ہے۔ حبشہ میں باوجود صحابہ کرام کے اطمینان دلانے کے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا حالانکہ شاہ حبشہ نجاشی کے قبول اسلام سے ایک قائم شدہ سٹیٹ کے حصول کے امکانات بھی موجود تھے لیکن قدرت باری تعالی کا فیصلہ یہ تھا کہ طائف کے سفر کی تلخی اور حبشہ کے سفر کی کامیابی کے باوجو مومنین کو نبی کریم ﷺ کی سربراہی میں از خود ایک ریاست کے قیام کے لیے تیار کیا جائے اس مقصد کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالی نے تمام صاحب استطاعت مسلمانوں کے لیے ہجرت کو ایمان کی کسوٹی مقرر فرمادیا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لیے رسول اللہ ﷺ کو یکسو فرمادیا۔

سید اسعد گیلانی اپنی کتاب ''حضور اکرم ﷺ اور ہجرت'' میں رقمطراز ہیں کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی راہنمائی چونکہ خود اللہ تبارک وتعالی کی خصوصی نگرانی و حفاظت میں ہو رہی تھی اس لیے حالات کی مختلف پختگی، تحریک کے بعض کارکنان کی مظلومیت کے نقطہ عروج اور مخالفین اسلام کی ہٹ دھرمی کے آخری حد تک پہنچنے کے بعد ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ اس حالت میں کہ جس مقام کی طرف ہجرت کی جارہی تھی وہاں تحریک کے پاؤں جمانے کے لیے پہلے سے ضروری سازگار حالات میسر ہو چکے تھے اور تحریک کے کسی اور ابتلا میں پڑ جانے یا بالکل منتشر ہو جانے کا خطرہ نہیں رہ گیا تھا[33]

ہجرت کے لیے حکم باری تعالی

ہجرت مسلمان پر کبھی فرض ہوتی ہے اور کبھی صرف سنت یا مستحب کے درجے میں آتی ہے لیکن ہر حالت میں ایمان کی کسوٹی قرار دی گئی ہے۔ سب سے اول درجہ فرضیت کا ہے اور یہ وہ موقع ہے جب اسلام بذات خود خطرے میں ہو یا اس پر اعلانیہ عمل کرنا ممکن نہ رہے۔ اسلامی

احکامات اور دینی روایات کے راستے میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگ جائیں تو اپنے دینی اصول و روایات اور اسلامی نظریات کے تحفظ کے جذبے سے اپنی متاع دنیا کی پرواہ کیے بغیر راہ خداوندی میں نکل کھڑے ہونا فرض ہو جاتا ہے۔ ہجرت کی فرضیت کے حوالے سے سید اسعد گیلانی سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ہجرت روٹی، کپڑے اور مکان کی خاطر نہیں کی جاتی، ہجرت جان بچانے کے لیے کرنا بھی شیوۂ مومن نہیں ہے۔ مومن کے لیے دنیا کی سب سے قیمتی متاع وہ اصول ہوتے ہیں جن پر ایمان لا کر وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کی حاکمیت اور رسول اکرم ﷺ کا اتباع اور آخرت میں مالک الملک کی رضامندی پالینے کا ذوق وشوق بس مومن کی یہی متاع بے بہا ہے۔ اگر یہ اصول خطرے میں پڑ جائیں تو پھر مومن کے لیے اپنا پیارا وطن ما قابل قبول اور قابل ترک ہو جاتا ہے۔ مومن کے لیے جان کو قربان کر دینا آسان کام ہوتا ہے لیکن وہ اپنے ایمان کی قربانی کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم میں ہجرت کے حوالے سے کم وبیش دس سے زیادہ مقامات پر اللہ تعالی مومنین سے مخاطب ہوتے ہیں اس سلسلے میں سورۃ العنکبوت کی آیات ۵۶ تا ۶۰ میں ہجرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فطرت انسانی کے وہ تمام خدشات دور کئے گئے ہیں اور اپنے خصوصی انعامات ونوازشات کا اللہ تعالی نے مہاجرین فی سبیل اللہ کو وعدہ دلایا ہے۔ فرمان باری تعالی ہے:

يعبادى الذين امنوٓا ان ارضى واسعة فاياى فاعبدون كل نفس ذائقة الموتـحـ ثم الينا ترجعون والذين امنوا وعملوا الصلحت لنبوئنهم من الجنة غرفا تجرى من تحتها الانهر خلدين فيهاـث نعم اجر العملين الذين صبروا وعلى ربهم يتوكلونـژ وكاين من دآبة لا تحمل رزقها الله يرزقها واياكم وهو السميع العليم[34]

مذکورہ ارشادات گرامی میں عبادت واحکامات خداوندی بجالانے کو وطن، جان اور کاروبار پر ترجیح دیتے ہوئے توکل علی اللہ اور ایمان کی مضبوطی کی تعلیم دی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ وطن یعنی ٹھکانہ، جان اور رزق تو اللہ تعالی زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو عطا فرماتا ہے۔ کسی انسان کے ذاتی اختیار اور بس کی بات نہیں۔

صحابہ کرام کا شوق ہجرت

گزشتہ آیات میں ان ارضی واسعة کا کلمہ دراصل مومن مسلمانوں کے لیے نوید عام کی حیثیت رکھتا ہے اگرچہ فطرت انسانی اپنے مخصوص ماحول کے ساتھ ایک انسیت اور فطری تعلق کی بنا پر از خود اس سے انقطاع پر آمادہ نہیں ہوتی لیکن حکم خداوندی کے ساتھ عقیدت مسلمان کے لیے مال ووطن سے کہیں بڑھ کر مقام رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ فرمالیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہجرت کے لیے اشتیاق اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ جونہی مذکورہ آیت ہجرت نازل ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ سے اجازت لے لے کر مختلف گروہوں میں ہجرت کرنے لگے۔ حتی کہ بعض انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم جو عقبہ ثانیہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر چکے تھے اور وہ مدینہ منورہ واپس پہنچ چکے تھے لیکن جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ اجرت کی سعادت سے

بہرہ مند ہونے کے لیے واپس مکہ مکرمہ آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ انصار کے ایک گروہ نے عقبہ آخرہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے تھے جب مہاجرین اولین قبا پہنچ گئے تو یہ انصار رسول اللہ ﷺ کے پاس مکے گئے اور آپ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ ہجرت کر کے آئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مہاجرین انصار کہلائے۔ ان کے نام یہ ہیں:

الف: ذکوان بن عبد قیس

ب: عقبہ بن وہب بن کلدہ

ج: عباس بن عبادہ بن نہلہ

د: زیادہ بن لبید[35]

البدایہ والنھایہ میں امام ابن کثیر نے اس خاص موقع کا نقشہ اپنے الفاظ میں یوں کھینچا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کے مسلمانوں کے علاوہ مکے کے دوسرے مسلمانوں کو بھی مدینے کی طرف ہجرت کا حکم دے کر فرمایا کہ وہ انصار مدینہ کے ساتھ بھائیوں کی طرح مل جل کر رہیں تاکہ انہیں وہاں بھائیوں ہی جیسے حقوق حاصل ہو جائیں۔[36]

اس نازک ترین موقع پر آپ ﷺ کا بحیثیت قائد یہ ارشاد گرامی از حد اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کا دیا ہوا یہی خاکہ تھا جس کی بنیاد پر مدینہ منورہ پہنچ کر مؤاخات مدینہ قائم ہوئیں اور اس ارشاد میں آپ ﷺ نے اصل تعلق داری اور رشتۂ ایمان کا بھی اشارہ فرما دیا کہ اصل برادری، ایمان کی بنیاد پر ہے۔ دراصل ان الفاظ میں مہاجرین کی دادرسی بھی تھی اور آپ ﷺ کی انتظامی حکمت عملی بھی۔

یار غار کے ساتھ ہجرت

بخاری شریف میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینے کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا "ذرا اپنی جگہ ٹھہرے رہو، کیونکہ میں توقع رکھتا ہوں کہ مجھے بھی جانے کی اجازت مل جائے گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! کیا آپ اس کی توقع رکھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اس لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رک گئے تاکہ حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کریں۔[37]

البدایہ والنھایہ میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو تیرہ سال گزر چکے تھے اور مہینہ ربیع الاول کا تھا۔[38] صاحب الرحیق المختوم نے ۲۷ صفر ۱۴ نبوت کو ہجرت کا آغاز اور ۸ ربیع الاول ۱۴ھ نبوت کو قبا میں تشریف آوری کا ذکر کیا ہے۔[39]

اس طرح آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دس یا گیارہ دن اور رات کے سفر سے "قبا" تشریف لے آئے۔ البدایہ والنھایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ

تاریخ اسلامی کا سب سے پہلا واقعہ ہے جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اتفاق رائے کا اظہار فرمایا۔[40]

نومسلموں کو اسلامی علاقے میں آ رہنے کا حکم دینا

نومسلموں کو اسلامی علاقوں میں آباد کرنے اور مسلمانوں کی نئی بستیاں قائم کرنے کے حوالے سے ایک مستقل اور مفصل مضمون کی ضرورت ہے البتہ اختصار کے پیش نظر ڈاکٹر حمید اللہ کے مضمون ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' کے چند اقتباسات ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں۔ مصنف مذکورہ ہجرت کے اس مفہوم کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

لفظ ہجرت کے اس دوسرے مفہوم کے دو پہلو ہیں۔ایک تو وہی جو آج کل ''ملکی بننا'' (نیچرالائزیشن) کہلاتا ہے، یعنی جب ایک قومیت والا دوسری قومیت اختیار کرنا چاہے تو آخر الذکر کے ملک میں جا کر مقیم ہو جائے اور حتی الامکان اس کا تمدن اور تخیل بھی اختیار کرے۔ چونکہ اسلام ایک خاص قسم کی اور مستقل قومیت ہے۔ جو دیگر جغرافی، نسلی، لسانی اور رنگی قومیتوں سے جدا ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ اسلام اپنے گھر میں اپنی مخصوص اصولوں پر عمل چاہے گا۔ جو شخص اسلامی قومیت اختیار کرنا چاہے تو اس کے رنگ، اس کی نسل اور اس کی زبان سے بحث نہیں ہوگی۔ اسے صرف لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہونا، اور قرآن پر چلنے کا اقرار کرنا ہوگا۔ اسی لیے نہ تو ایسے شخص کو بارہ سالہ قیام کی ضرورت ہوتی ہے، نہ مقامی زبان اچھی طرح جانے کا صداقت نامہ پیش کرنا ہوتا ہے اور نہ کسی خاص جگہ رہنے کی پابندی ہوتی ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ اس پر وہ سب ذمہ داریاں فوراً عائد ہوتی ہیں جو عام مسلمانوں پر عائد ہیں۔ اور وہ سب حقوق بھی حاصل ہو جاتے ہیں جو عام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ آج کل تو یہ ضروری نہیں رہا ہے کہ کوئی شخص جو اسلام قبول کرنا چاہے وہ اسلامی ملک میں بھی آ رہے اور عہد نبوی ﷺ میں بھی فتح مکہ کے بعد کوئی ایسی پابندی نہیں تھی۔ لیکن ہجرت مدینہ کے بعد ابتدائی چند سالوں میں ہر مسلمان ہونے والے شخص کو اسلامی سرزمین میں آ کر مقیم ہونا پڑتا تھا۔ کیونکہ گھر بار ترک کر کے ہجرت کر جانے کے بعد بھی مسلمانان مکہ کو مشرکین مکہ نے چین لینے نہ دیا۔ اور اہل مدینہ کو ایک نہائیہ (الٹی میٹم) بھیجا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیں یا اپنے ملک سے نکال کر باہر کریں، ورنہ مناسب کارروائی (یعنی جنگ) کی جائے گی۔ اس زمانے میں مدینے کی آبادی کم و بیش دس ہزار تھی۔ جس میں مسلمان بشکل پانچ سو تھے (انصار و مہاجرین سب ملا کر)۔ ان حالات میں شہر میں مسلمانوں کی آبادی کے بڑھانے کے لیے یہ تدبیر ناگزیر تھی۔ ۱۰ محرم ۲ھ جیسے ابتدائی زمانے میں مضافات مدینہ میں بمقام بین قبیلہ اسلم کی ایک کالونی وجود میں آچکی تھی جیسا کہ اسماء بن حارثہ اسلمی کی مشہور حدیث میں ہے کہ اس دن آنحضرت ﷺ نے ان کو عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔[41]

اس مفہوم کا دوسرا پہلو وہ پالیسی ہے کہ مسلمان اسلامی علاقے میں رہیں اور مرکز سے بچھڑے رہنے کے باعث نقصان نہ تو خود اٹھائیں اور نہ دیگر مسلمانوں کو پہنچائیں۔ اسلامی علاقے میں آ رہنے سے ایک تو ''افتتان'' سے بچنا ممکن ہے۔ ورنہ غیر مذہب والے ہمسائے بہلا پھسلا کر، ڈرا دھمکا کر خانگی یا اجتماعی یا سرکاری دباؤ ڈال کر فتنے میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ دوسرے اسلام کے جملہ اصول کا سیکھنا، اسلامی تہذیب اور اسلامی

ماحول کو حاصل کرنا، غیر اسلامی ملک میں بڑی حد تک ناممکن ہے۔ جیسا کہ غیر مسلم علاقوں میں آباد مسلم و نو مسلموں کو سب سے بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ ان کے بچوں کی تعلیم عام مقامی مدارس کے غیر اسلامی ماحول میں کماحقہ نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اگر مسلمان چاروں طرف بٹے رہیں تو ہر گروہ کمزور ہو گا اور کسی طاقت والے کا شکار بن جائے گا اس لیے مسلمانوں کا عہد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد یہ فریضہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ نہ صرف اسلام قبول کر کے اسلامی احکام پر چلیں بلکہ اسلامی علاقے میں بھی آ کر آباد ہو جائیں۔ اس طرح مسلمانوں کی اجتماعی قوت زیادہ ہو گی اور وہ اپنے حریفوں کا نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں گے، غرض اولاً استحکام پر توسیع کا اصول کارفرما رہا۔

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی قبیلے کا وفد مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کرنے کا اظہار کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو مدینہ آ بسنے کی ہدایت فرماتے۔ اسی طرح جب بھی دورہ کرنے والے مبلغ بھیجے جاتے تو انہیں سمجھا دیا جاتا کہ نو مسلموں سے کہہ دیں کہ وہ مدینہ جا رہیں، جہاں ان کے لیے روزگار کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ لوگ زیادہ تر قابل کاشت افتادہ زمینوں بعض صورتوں میں معدنیات کی کانوں میں کام کرتے اور اپنی گزر بسر کا انتظام کر لیتے تھے۔

سات سال تک اس اصول کی پابندی ہوتی رہی اور جب مکہ فتح ہو گیا اور اسلام کا پورے عرب میں بول بالا ہو گیا تو پھر اعلان نبوی ﷺ شائع ہوا کہ لاهجرة بعد الفتح (فتح کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں) اس مشہور و معروف حدیث کا ایک تو یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ اہل حجاز کو ہجرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کا پورا علاقہ اسلامی سرزمین بن چکا ہے یا اس کا مفہوم ایک عام حکم ہے کہ جب کسی علاقے پر اسلامی ملکت قائم ہو جائے تو پھر اس علاقے کے اندر مسلمان کا جبری تبادلہ آبادی غیر ضروری ہے کیونکہ اس سرزمین کے ہر گوشے میں اسلامی حکومت ہو گی، اسلامی ماحول ہو گا اور اسلامی تعلیم عبادت کی سہولت ہو گی۔[42]

صحابہ پر اجرت کے نفسیاتی اثرات

کسی انسان کا اپنا وطن، اپنا گھر بار اور ساز و سامان چھوڑ دینا بلکہ اس سے ہر چیز کا چھن جانا، اس کی زندگی کا اذیت ناک مرحلہ ہے۔ لیکن مسلمانوں کی اس جماعت نے کشاں کشاں جس دیوانہ وار انداز میں یہ مرحلہ سر کیا اس سے ان کے کاز اور مقصد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے انہوں نے اتنی بڑی قربانی اور اذیت اپنے عظیم مشن میں کامیابی کے حصول کے لیے دی لیکن جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے لیے بحیثیت انسان اس واقعہ کے آثار اور ان زخموں کے گھاؤ کا تعلق ہے تو وہ اس عظیم جماعت کے ہر ہر فرد کے جذبات و احساسات جان لیے بغیر محسوس نہیں کیے جا سکتے کیونکہ اس قدر اذیت ناک مرحلہ یکسر بھول جانے والا نہ تھا اس لیے اس کے جو عموی اثرات مرتب ہوئے اس کا ایک واضح مظہر سنہ ہجری کے نام سے اسلامی کیلنڈر کے قیام پر تمام مہاجرین و انصار کا متفق ہو جانا ہے۔ ظاہر ہے باقی تمام واقعات کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس واقعہ اور اس عمل کو جو اہمیت حاصل ہے وہ زندگی کے تمام تر حادثات و واقعات سے نمایاں ہے۔

اجتماعی اثرات (اسلامی کیلنڈر)

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ واقعۂ ہجرت ظاہرا ایک واقعہ ہی ہے لیکن مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی تشکیل اور ان کے بین اقوامی تشخص کا بڑا نمایاں کردار ہے جس کا اندازہ تاریخ اسلامی کی اس اجتماعی علامت سے ہوتا ہے جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور جملہ اصول کا سیکھنا، اسلامی تہذیب اور اسلامی ماحول کو حاصل کرنا، غیر اسلامی ملک میں بڑی حد تک ناممکن ہے۔ جیسا کہ غیر مسلم علاقوں میں آباد مسلم و نو مسلموں کو سب سے بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ ان کے بچوں کی تعلیم عام مقامی مدارس کے غیر اسلامی ماحول میں کماحقہ نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اگر مسلمان چاروں طرف بٹے رہیں تو ہر گروہ کمزور ہوگا اور کسی طاقت والے کا شکار بن جائے گا اس لیے مسلمانوں کا عہد نبوی ﷺ میں آپ کی ہجرت مدینہ کے بعد یہ فریضہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ نہ صرف اسلام قبول کر کے اسلامی احکام پر چلیں بلکہ اسلامی علاقے میں بھی آکر آباد ہو جائیں۔ اس طرح مسلمانوں کی اجتماعی قوت زیادہ ہو گی اور وہ اپنے حریفوں کا نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ مقابلہ کریں گے، غرض ''اولا استحکام پھر توسیع'' کا اصول کار فرما رہا۔

یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی قبیلے کا وفد مدینہ آکر اسلام قبول کرنے کا اظہار کرتا تو آنحضرت ﷺ ان لوگوں کو مدینہ آنے کی ہدایت فرماتے۔ اسی طرح جب بھی دورہ کرنے والے مبلغ بھیجے جاتے تو انہیں سمجھا دیا جاتا کہ نو مسلموں سے کہہ دیں کہ وہ مدینہ جا رہے ہیں، جہاں ان کے لیے روزگار کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ لوگ زیادہ تر قابل کاشت افتادہ زمینوں، بعض صورتوں میں معدنیات کی کانوں میں کام کرتے اور اپنی گزر بسر کا انتظام کر لیتے تھے۔

سات سال تک اس اصول کی پابندی ہوتی رہی اور جب مکہ فتح ہو گیا اور اسلام کا پورے عرب میں بول بالا ہو گیا تو پھر اعلان نبوی ﷺ شائع ہوا کہ لا هجرة بعد الفتح فتح کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں) اس مشہور و معروف حدیث کا ایک تو یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ اہل حجاز کو اجرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کا پورا علاقہ اسلامی سرزمین بن چکا ہے اور اسلامی قلمرو میں داخل ہو گیا ہے یا اس کا مفہوم ایک عام حکم ہے کہ جب کسی علاقے پر اسلامی ملکیت قائم ہو جائے تو پھر اس علاقے کے اندر مسلمان کا جبری تبادلہ آبادی غیر ضروری ہے کیونکہ اس سرزمین کے ہر گوشے میں اسلامی حکومت ہو گی، اسلامی ماحول ہو گا اور اسلامی تعلیم و عبادت کی سہولت ہو گی۔[43]

صحابہ پر ہجرت کے نفسیاتی اثرات

کسی انسان کا اپنا دین، اپنا گھر بار اور ساز و سامان چھوڑ دینا بلکہ اس سے ہر چیز کا چھن جانا اس کی زندگی کا اذیت ناک مرحلہ ہے۔ لیکن مسلمانوں کی اس جماعت نے کشاں کشاں جس دیوان وار انداز میں یہ مرحلہ سر کیا اس سے ان کے کاز اور مقصد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے انہوں نے اتنی بڑی قربانی اور اذیت اپنے عظیم مشن میں کامیابی کے حصول کے لیے دی لیکن جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے لیے بحیثیت انسان اس واقعہ کے آثار اور ان زخموں کے گھاؤ کا تعلق ہے تو وہ اس عظیم جماعت کے ہر ہر فرد کے جذبات و احساسات جان لیے بغیر محسوس نہیں کیے جا سکتے کیونکہ اس قدر اذیت ناک مرحلہ یکسر بھول جانے والا نہ تھا اس لیے اس کے جو عمومی اثرات مرتب ہوئے اس کا ایک واضح

مظہر سنہ ہجری کے نام سے اسلامی کیلنڈر کے قیام پر تمام مہاجرین وانصار کا متفق ہو جانا ہے۔ ظاہر ہے باقی تمام واقعات کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس واقعہ اور اس عمل کو جو اہمیت حاصل ہے وہ زندگی کے تمام تر حادثات وواقعات سے نمایاں ہے۔

اجتماعی اثرات (اسلامی کیلنڈر)

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ واقعہ ہجرت ظاہر ایک واقعہ ہی ہے لیکن مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی تشکیل اور ان کے بین الاقوامی تشخص کا بڑا نمایاں کردار ہے جس کا اندازہ تاریخ اسلامی کی اس اجتماعی علامت سے ہوتا ہے جب حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں مسلمانوں کے الگ سے کیلڈر جاری کیے جانے پر بات ہوئی حالانکہ اس سے قبل اسلامی تاریخی واقعات کا ایک طویل سلسلہ موجود تھا جن میں رسول اللہ ﷺ کی پیدائش یا آپ ﷺ کی وفات، بعثت نبوی ﷺ، اور غزوات وفتوحات خاص کر فتح مکہ جیسا اہم موقع کہ جب تاریخ نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا ان تمام واقعات کی موجودگی میں اکابر اور مزاج شناساں اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت ہی کو ’’تقویم اسلامی‘‘ اسلامی کیلنڈر کے طور پر قبول کیا ار ہجری کیلنڈڑ کو تمام سرکاری وغیر سرکاری امور کے لیے اپنایا۔

علامہ ابوالکلام آزاد مقالات سیرت میں ہجرت کے اس پہلو کو یوں بیان کرتے ہیں کہ :

اسلام کے ظہور سے قبل دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنیں تھے، عرب جاہلیت کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہ تھی کہ حساب وکتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی، اوقات ومواسم کی حفاظت کے لیے وہ ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اس سے وقت کا حساب لگاتے۔ ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود اسلامی واقعات نے لے لی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ابتداء میں یہی معمول تھا کہ کسی ہم واقعہ سے حساب لگا لیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تک جو مختلف سنیں مشہور ہے البیرونی نے آثار الباقیہ میں ان میں سے 10 کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں مفتوحہ ممالک سے اسلامی سلطنت کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب وکتاب کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا تو سنہ ہجری کا تقرعمل میں آیا۔

اس اعتبار سے واقعہ ہجرت اسلام کی اشاعت وترویج اور قیام مرکز کے ساتھ اسلامی تمدن کی ترتیب وتشکیل کا بھی ذریعہ ہے۔ دراصل واقعہ ہجرت اسلامی تاریخ کا وہ انقلابی موڑ ہے جس میں ایمان، خلوص، صبر، استقامت، جہاد اور شہادت جیسے وہ سارے عناصر شامل ہیں کہ جو بطور نمونہ پوری امت کے لیے راہنمائے زندگی اور فتح وکامرانی کی دلیل ہیں۔

حاصل کلام

اس بحث میں تاریخ انسانی کے حوالے سے ہجرت کی اہمیت پر بات کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ذمہ داری سب سے زیادہ امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اس وقت انسان پر اخلاقی قدروں سے بیگانہ ہو کر مادیت اور ہوس پرستی کا شکار ہو چکا ہے اور یہ چیز نہ صرف انسان کے مقصد وجود کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کی قاتل بھی ہے۔ اور اسلام جو کہ انسانیت کے ساتھ سراسر ہمدردی ہے، وہ اپنے ماننے والوں کو

انسانیت کی اصلاح و فلاح کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے عملا تیار کرتا ہے۔ اگر کوئی انسان اپنی جہالت کی بنا پر کفر، شرک و ظلم کی ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور اہل حق کے خلاف منفی منصوبے بنانے کا عمل بھی شروع کر دے تو بھی اسلام اسے حقیقت سمجھانے کے لیے پوری کاوش کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام انسانوں کی اصلاح کا ذمہ دار مسلمان کو ہی ٹھہراتا ہے اور اس کا اتمام حجت ''ہجرت'' ہے کہ مسلمان اپنی جان و مال اور وطن تک کو قربان کر کے دین نصیحت دوسروں تک پہچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے۔

ہجرت کے عمل میں قدرت نے اتنی برکت اور کامیابی رکھی ہے کہ کوئی قوم دینی بنیادوں سے ہٹ کر دنیوی مفادات کے حصول اور مادی نظریات کے غلبہ کے لیے بھی اس عمل کو اختیار کرے تو اپنے ہدف کو پالیتی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں نبی اکرم کا فرمان ہے۔ فمن كانت هجرة إلى الدنيا يصيبها او امراة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر اليه زیر نظر تحقیق میں مثالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ جب کوئی قوم اپنے ہدف کے حصول کے لیے ہجرت کی راہ اختیار کر کے اس حد تک قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتی ہے تو اپنی کامیابی کو یقینی بنا لیتی ہے۔ حتی کہ آج کی سپر پاور امریکہ کا وجود بھی عمل ہجرت کا مرہون منت بیان کیا جاتا ہے کیونکہ امریکہ میں برطانوی نسل کی آمد سے قبل ریڈ انڈینز Red Indians انتہائی خستہ حال اور تہذیب و تمدن سے نابلد دنیا سے کٹی ہوئی قوم تھی لیکن برطانوی نسل کی امریکہ آمد نے اس خطے کو ایک ناقابل تسخیر قوت بنا دیا۔ امت مسلمہ کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عقائد اور افکار و نظریات کو فلاح انسانیت کے لیے پیش کرے اور جمود کا شکار ہونے کے بجائے مسلسل تحرک میں رہے۔ لہذا مسلمان قوم کے لیے اس وقت متحد ہو کر بڑی سطح پر اسی نوعیت کی پلاننگ کی ضرورت ہے۔

نتائج

١۔ دنیا کی سب سے اہم ترین اور کامیاب ترین ہجرت، ہجرت مدینہ ہے۔

٢۔ اللہ تعالی نے ہجرت کو ایمان کا حصہ اور ابدی کامیابی قرار دیا ہے۔

٣۔ اس ہجرت سے مسلمانوں کی زندگی بدل گئی۔ مدینہ منورہ میں ایک مکمل ریاست کی بنیاد ڈالی گئی۔ اجتماعی طور پر مسلمانوں کو آپس میں پرسکون ماحول میں زندگی بسر کرنے کا موقع ملا جو کہ بعد میں ایک مضبوط قوت اور قوم بن کر سامنے آئی۔

٤۔ ہجرت مدینہ سے اسلام کی نشر و اشاعت میں تیزی آگئی اور اسلام قیصر و کسری کے محلات تک پہنچ گیا۔

٥۔ ہجرت مدینہ کی اجتماعی اثرات سے کفر کی شان و شوکت ختم ہوئی۔

٦۔ ہجرت کے بعد مؤاخات (مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ) کا مضبوط رشتہ قائم ہوا۔ جس سے اسلامی اخوت کی ایک عظیم مثال قائم ہوئی۔

٧۔ تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ دعوتی و تبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ دراصل ہجرت کے ہی دو مؤثر راستے ہیں۔

حوالہ جات

1 ابن منظور افریقی، السان العرب، تحت کلمہ، ہجر، و تحت کلمہ، عرب، دار الاندلس، بیروت

2 الزبیدی، تاج العروس، دار الاندلس، بیروت، تحت کلمۃ ہجر

3 سورۃ مزمل: ۱۰

4 سورۃ الفرقان: ۳۰

5 سورۃ المدثر: ۵

6 المنجد (عربی اردو) تحت ھجر

7 راغب اصفہانی، مفردات ط ۱۹۵۶، مکتبہ الاعلام، ریاض، ص 833

8 البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون، دار ابن کثیر، الیمامۃ—بیروت، سحدیث نمبر 10

9 محمود احمد غازی، ہجرت اور اس کا فلسفہ، ۱۹۹۸ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص ۱۹۱

10 محمد حمید اللہ، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ص ۲۶۳

11 محمد السید ابویابس، الھاجرة مرحلة من مراحل الفغيير الاسانى، ص ۴

12 سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرور عالم ﷺ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۷۷

13 مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۲، ادارہ اسلامیات، کراچی، ص ۲۲۶۔

14 سید اسعد گیلانی، حضور اکرم اور ہجرت، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۴۰۱ھ، ص ۷۷

15 محمود احمد غازی، ہجرت اور اس کا فلسفہ، ص ۱۹۵

16 سید اسعد گیلانی، حضور اکرم ﷺ اور ہجرت، ص ۷۷

17 ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۴۳ء، ص ۲۶۳ ص۔ ۲۷۵

18 مرجع سابق

19 مرجع سابق

20. Barry Turner, The States Man,s Year Book 2007, Page-1334-5

21 محمود احمد غازی، ہجرت اور اس کا فلسفہ، ص ۱۸۸

22 ابن ہشام، السیرۃ النبویہ نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۲، ج ۱، ص ۸۹

23 شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام، مکتبہ اسلامی راولپنڈی، جون ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص ۳۲

24 سليمان بن اشعث ، ابو داؤد ،السنن ، باب الهحرة، ابو دائود ، السنن ، مطيع المكتبة السلفية ،لاہور

25 سورۃ النساء: ۹تا۹۸

26 سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج۳، ص ۳۴، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

27 سورۃ العنکبوت: ۵۶

28 سورہ البقرۃ: ۲۱۸

29 سورہ التوبہ: ۲۰

30 سورۃ النحل: ۴۱

31 مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، دار احیاء التراث العربی- بیروت حدیث نمبر 112

32 سورۃ النساء: ۹

33 سید اسعد گیلانی، حضور اکرم ع اور ہجرت، ص ۸۵

34 العنکبوت: ۵۶-۶۰

35 طبقات ابن سعد، ابن سعد، الطبقات نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۷، ج ۱، ص ۲۹۲

36 البدایہ والنھایہ، ابن کثیر، علامہ، اردو ترجمہ، تاریخ ابن کثیر، پروفیسر کوکب شادانی، ۱۹۸۷ مطبع نفیس اکیڈمی کراچی

37 صحیح البخاری، باب ہجرۃ النبی غابہ، حدیث نمبر 3688۔

38 البدایہ والنہایہ

39 صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم مطبع المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۲۲۹

40 البدایہ والنھایہ ہی ۲۲۹

41 محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۲۷۸

42 مرجع سابق، ۱۹۷

43 علامہ ابوالکلام آزاد، مقالات سیرت فی باب ہجرت، دلی پرنٹنگ پریس دہلی، ۱۹۴۵ ، ص ۱۹۷